بیمہ کی شرعی حیثیت

محمد اکرم خاں

فکرونظر ج ۲۱ شمارہ ۷ فروری ۱۹۸۴ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن جناب عبدالمالک عرفانی صاحب کا ایک مقالہ " بیمہ کی شرعی حیثیت " سے متعلق طبع ہوا تھا ۔ زیر نظر مقالہ میں عرفانی صاحب کی آراء سے اختلاف کیا گیا ہے جو قارئین کے استفادے کے لئے پیش خدمت ہے ۔ (ادارہ)

اول ۔ جن لوگوں نے بھی رائج الوقت بیمہ پر اعتراضات کئے ھیں ان میں قریباً قریباً سب میں اس امر پر اتفاق ہے کہ بیمہ کا تصور بذاتہ غیر شرعی نہیں ہے بلکہ اس کی رائج الوقت شکل قابل اعتراض ہے ۔ چنانچہ اس کی اصلاح کیلئے جو تجاویز دی گئی ھیں ، جناب عرفانی صاحب نے ان تجاویز کو مروجہ بیمہ مان کر شریعت سے اس بیمہ کے جواز کی سند پیش کر دی ہے ، اور مروجہ بیمہ میں جو قباحتیں ھیں ان سے یک سر صرف نظر فرمایا ہے ، ۔

دوم ۔ عرفانی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ " بیمہ تعاون و تکافل کی ایک قانونی اور منظم شکل ہے ، جس کے ذریعہ ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد ایک دوسرے کے نقصانات کی تلافی کیلئے ایک نظام کے تحت کام کرتے ھیں ۔ یہ بات بیمہ کے اصول اور نظریہ کے طور پر کہی جا سکتی ہے ، اور اگر مروجہ بیمہ فی الواقع ایسا ھی ہو

تو شاید ھی کسی کو اس پر اعتراض ھو ، لیکن حقیقت واقع یہ نہیں ہے ، بیمہ کی مروجہ شکل تعاون و تکافل کے نظام کی نہیں ہے بلکہ یہ خالصۃً ایک تجارتی معاملہ ہے ، بیمہ کمپنی ایک لمیٹڈ کمپنی کی شکل میں ایک ,, قانونی شخصیت ،، ((Legal Person) کی طرح وجود میں آتی ہے ، یہ ھر ایک بیمہ کار کے ساتھ علیحدہ علیحدہ دو طرفہ (Bilateral) معاھدہ کرتی ہے ، کوئی ایک بیمہ کار کسی دوسرے بیمہ کار سے کسی اخلاقی یا قانونی رشتے میں وابستہ نہیں ھوتا اور نہ ھی کسی طرح سے نقصان کی تلافی کا پابند ھوتا ہے ۔ بیمہ کمپنی ھی نقصان کی تلافی یا بیمہ کی رقم دینے کی پابند ھوتی ہے ، بیمہ کمپنی کے حصہ دار اس کمپنی کے مالک ھوتے ھیں جنھوں نے ضروری نہیں کہ بیمہ پالیسی خود بھی خریدی ھو ، یہ مالکان کمپنی کے منافع جات اور اثاثہ جات کے مالک ھوتے ھیں ، بیمہ کمپنی سال کے بعد اپنے نفع و نقصان اور اثاثہ جات کے گوشوارے اسی طرح شائع کرتی ہے جس طرح سے کوئی دوسرا کاروباری ادارہ ۔ غرضیکہ بیمہ کے نظام کو تعاون وتکافل کا نظام کہنا حقائق سے چشم پوشی ہے۔ البتہ علماء نے اسے ایسا بنانے کے بارے میں تجاویز دی ھیں ۔ چنانچہ حال ھی میں دارالمال الاسلامی نے ,, اسلامی تکافل ،، کے نام سے جو کمپنیاں قائم کی ھیں وہ نظام تعاون و تکافل ھی کی بنیاد پر قائم ھوئی ھیں ۔

سوم ۔ عرفانی صاحب نے بہت سے شواھد کی بنا پر یہ رائے پیش کی ہے کہ بیمہ کا مروجہ کاروبار قمار نہیں ہے ، یہ رائے بھی محل نظر ہے ، کیونکہ قمار اور بیمہ میں جو امتیازی نشان گنائے گئے ھیں وہ قمار کی اصل روح (Essence) سے صرف نظر کر کے بیان کئے گئے ھیں ۔ مثلاً یہ کہ ,, قمار کھیل ہے ،، ، یہ اس کی روح نہیں ،

کیونکہ کھیل تو بہت سے ہوتے ہیں لہذا قمار کو صرف کھیل کہیں تو اسے تمیز نہیں کیا جا سکتا ۔ ,, قمار تضییع اوقات کا باعث ہے ،، یہ بھی امتیازی نشان نہیں ہو سکتا ، کیونکہ تضییع اوقات کے ذرائع بے شمار ہو سکتے ہیں ۔ ,, قمار میں خطرہ عموماً فریقین کے عمل سے پیدا ہوتا ہے ،، یہ بھی ٹھیک نہیں ہے ، بے شمار کام ایسے ہو سکتے ہیں جن میں فریقین کے عمل سے ایک دوسرے کے لئے خطرہ ہو لیکن وہ قمار نہیں ہوتے ، جیسے دو کاروباری اشخاص کا ایک دوسرے کو نقصان کی نیت سے کوئی اقدام کرنا ۔ ,, قمار میں تعاون و تکافل کا شائبہ تک نہیں ہوتا ،، دنیا میں لاکھوں کام ایسے ہو سکتے ہیں جن میں لوگ تعاون و تکافل نہیں کرتے ، تب کیسے پہچانا جائے کہ قمار کیا ہے ۔ علی ھذا القیاس ۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمیں قمار کے معاھدات کی روح پہچاننا چاھیئے ۔ آئیے دیکھیں کہ قمار کا لغوی معنی کیا ہے : ,, یہ ایک ایسا معاھدہ ہوتا ہے جس میں ایک فریق دوسرے کو کچھ رقم دینے کا اقرار کرتا ہے اگر کوئی غیر یقینی واقع پیش آ جائے ،، (ملاحظہ ہو آکسفورڈ انگلش ڈکشنری : لفظ WAGER) اور ٹھیک یہی معاملہ موجودہ بیمہ کا ہے ۔

اس کے جواب میں جناب عرفانی صاحب فرماتے ہیں : ,, یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ معاھدہ بیمہ تعاون و تکافل کا معاھدہ ہے اور اس سلسلے میں جو رقوم دی جاتی ہیں ان کی حیثیت تبرع کی ہے ۔ یہ بات سرتاسر خلاف حقیقت ہے ، مروجہ بیمہ میں کوئی کسی سے تعاون نہیں کرتا ۔ جو رقوم ایک بیمہ کار دیتا ہے وہ (بیمۂ زندگی کی شکل میں) اگر بیمہ کار مقررہ عمر کے بعد بھی زندہ رہے تو مع

سود واپس لے لیتا ہے، وہ کس سے تبرع کرتا ہے ؟

اس سلسلے میں عرفانی صاحب نے ایک بات یہ بھی فرمائی ہے :
تبرعات میں تعلیق معاہدہ کے بطلان کا باعث نہیں بنتی ، ..... معاہدہ مضاربت ، معاہدہ استصناع ، معاہدہ بیع سلم ، اور معاہدات قرض ، ایداع ، شراکت ، اعارہ ، رہن ، اجارہ کفالہ اور مزارعت میں تعلیق کا وجود پایا جاتا ہے اس کے باوجود انہیں جائز سمجھا گیا ہے لہذا بیمہ کو محض تعلیق کی وجہ سے باطل قرار نہیں دیا جا سکتا "۔

یہ تو کوئی بھی نہیں کہتا کہ بیمہ تعلیق کی وجہ سے ناجائز ہے، اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک غیر یقینی امر پر معلق ہے۔ دیگر معاہدات جن کی مثال دی گئی ہے وہ غیر یقینی امر پر نہیں حتمی امور پر معلق ہوتے ہیں ، لہذا اصل بات تعلیق نہیں بلکہ وقوعہ کے اتفاقی ہونے کی ہے۔

چہارم ۔ عرفانی صاحب فرماتے ہیں :" معاہدہ بیمہ میں قسط بیمہ کی واپسی شرط نہیں ہوتی بلکہ نقصان کی تلافی شرط ہوتی ہے، جو بہر صورت پوری ہوتی ہے " یہ بات بھی درست نہیں ہے ، زندگی کے بیمہ میں Endowment پالیسی کی یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر مقررہ عمر کے بعد بھی بیمہ کار زندہ رہے تو اس کی تمام اقساط مع سود کے واپس ہو جائیں گی ۔

اس صورت میں بیمہ کار کو تحفظ تو اثنائے بیمہ میں ملا رہا ، اب عرفانی صاحب کے فارمولے کے مطابق اسے اس کی رقم واپس نہیں ملنا چاہیئے ، لیکن امر واقع یہ نہیں ہے۔

پنجم ۔ بیمہ کمپنیوں کی آمدنی کا ایک بہت بڑا حصہ ان اقساط بیمہ کی ضبطی کی شکل میں ہوتا ہے جن کے بیمہ کار اقساط

کی ادائیگی جاری نہ رکھ سکے ، یہ ضبطی بدیہی طور پر اکل بالباطل ہے ، اس کو کسی طرح جائز قرار نہیں دیا جا سکتا ، عرفانی صاحب اس پر خاموش ہیں۔

ششم۔ بہت سے بیمہ کار ایک خاص حد سے زیادہ اقساط ادا کر چکتے ہیں اور بعد میں جاری نہیں رکھنا چاہتے تو بیمہ کمپنی ان کو ان کی اقساط کا ایک حصہ Cash Surrender Value کے طور پر واپس دے دیتی ہے ، اور باقی خود لے لیتی ہے۔ یہ بھی اکل بالباطل ہے، اس معاملہ میں بھی جناب عرفانی صاحب نے کوئی رائے نہیں دی۔

ہفتم۔ عرفانی صاحب فرماتے ہیں : معاہدہ بیمہ میں بیمہ دار اور بیمہ کمپنی میں دونوں فریقوں کے معاہدہ کے موقع پر مندرجہ ذیل امور کا یقینی طور پر علم ہوتا ہے :

۱۔ قسط کی رقم

۲۔ زندگی کے بیمہ میں رقم بیمہ (ص ۱۵) نیز اس میں غرر نہیں ہے۔

یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ بیمہ میں یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کتنی قسطوں کی ادائیگی کے بعد بیمہ کی رقم واجب الادا ہو جائے گی ، یہی چیز اس معاملہ کو غرر کا معاملہ بنا دیتی ہے۔

ہشتم۔ فرماتے ہیں " بیع میں اصل چیز (Subject of Sale) مبیع ہے جو غیر یقینی ہو تو غرر واقع ہوتا ہے " (ص ۱٦) یہ بھی پوری بات نہیں ہے ، اگر ثمن غیر یقینی ہو تو کیا غرر واقع نہ ہوگا ؟ بیمہ میں قابل بیمہ مفاد (Insurable Interest) کو مبیع مان لیا جائے اور یقینی بھی ، تو بھی اس کی قیمت (ثمن) میں عدم تعیین ہے ، یعنی پتا نہیں کتنی قسطیں اس کی قیمت ٹھہریں۔ یہ چیز معاہدہ کو غرر

بنا دیتی ہے۔

نہم ۔ عرفانی صاحب فرماتے ہیں بیمہ بیع سلم سے مماثلت رکھتا ہے (بشرطیکہ بیمہ کو معاهدہ معاوضہ تصور کیا جائے) کیونکہ بیمہ میں اقساط بیمہ یا قسط بیمہ تو ادا ہو جاتی ہے، رقم بیمہ ملتوی ہوتی ہے بیع سلم میں ثمن ادا ہو جاتا ہے مبیع کا سلم ملتوی ہوتا ہے۔ یہ مماثلت بھی محال ہے ، مال کے بیمہ میں اگر حادثہ نہ ہو تو رقم بیمہ کبھی بھی نہیں ملتی ، یعنی مبیع کا سلم ہوتا ہی نہیں ۔ دوسرے یہ کہ یہاں پر موصوف نے رقم بیمہ کو مبیع مانا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے قابل بیمہ مفاد کو مبیع قرار دیا ہے اس طرح سے کچھ الجھن سی پیدا ہو گئی ہے۔

دھم ۔ فرماتے ہیں " سود معاهدہ بیمہ کا جزو نہیں ہوتا ، معاهدہ بیمہ میں کوئی شرط یا اس کا کوئی رکن سود سے متعلق نہیں ہوتا ۔ " لیکن یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ بیمہ کمپنیاں بیمہ کاروں کے سرمایہ کو سود پر لگاتی ہیں ، اور اس میں سے کچھ سود خود بیمہ کاروں کو بھی دیتی ہیں ، اس حقیقت سے صرف نظر کرکے کسی قانونی موشگافی کے سہارے پر یہ نہیں کیا جا سکتا ۔

یازدھم ۔ فرماتے ہیں ۔ " لیکن اگر اسے (سود) کو معاوضہ سمجھا جائے تو بھی معاوضہ میں اس طرح کی ادائیگی (اس کے مآخذ سے قطع نظر) جائز ہوتی ہے جیسے کوئی پیشہ ور فاحشہ عورت اپنا مکان بنوائے تو مستریوں اور مزدوروں کو جو معاوضہ دیا جائے گا وہ ان کے لئے جائز ہوگا " انفرادی سطح پر تو شاید یہ فتوی درست ہو لیکن اجتماعی طور پر اس کا مطلب معاشرے میں سود کے چلن کو روا رکھنا ہوگا جو کہ مقاصد شریعت سے متصادم ہے۔

دوازدھم ۔ بیمه کو ربا الفضل کا معامله قرار دیا گیا ہے (لیکن عرفانی صاحب نے اس اعتراض کا سامنا نہیں کیا) کیونکه اس میں جنس (زر) کے بدلے جنس (زر) کا تبادله نسیئه اور تفاضل کے ساتھ پایا جاتا ہے ، (زندگی کے بیمه میں اگر بیمه کار کی موت مقرره مدت کے اندر نه ھو تو بیمه کمپنی اقساط مع سود واپس کرتی ہے) ۔

سیزدھم ۔ مسئله وراثت کی خلاف وزری کے سلسله میں فرماتے ھیں ۔ " زندگی کے بیمه کی جمله اقساط میں جو رقم بیمه ، بیمه دار یا اس کے نامزد شخص کو دی جاتی ہے وہ اس کی حقیقتاً و قانوناً ملکیت شمار نہیں ھوتی ، اس لئے اس میں وراثت کا عمل واقع نہیں ھو گا ، یه تعاون و تکافل کے طور پر دی ھوئی رقم ھے اور بیمه دار اپنے بعد جس شخص کو تعاون و تکافل کا مستحق سمجھتا ھے اس کو نامزد کر دیتا ھے اور بیمه کمپنی بیمه دار کی موت کے بعد اسے وہ رقم ادا کر دیتی ھے " (ص ۲۲) ۔

موصوف نے ھبة اور وصیة کو گڈ مڈ کر دیا ہے ، ھبة میں ملکیت موھوب الیه کی طرف زندگی میں ھی منتقل کرنا ضروری ھوتا ہے ، زندگی کے بعد تو وصیة ھو سکتی ہے جو که ایک تہائی سے زائد نه ھو اور وارث کے حق میں نه ھو ، مروجه بیمه ان شرائط شرعیه کا پابند نہیں ہے۔

چھاردھم ۔ آخر میں انھوں نے عمل کو نیت پر فوقیت دینے کی بات کی ہے جو که دین کے مبادیات سے ٹکراتی ہے ، حضور صلی اللہ علیه وسلم کے واضح ارشاد کے بعد کے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ، کسی فقھی موشگافی کی بنا پر اصل اعتبار اعمال کا قرار دینا ایک ناقابل قبول دلیل ہے۔